طاہر اسلام عسکری☆

اُصول اہل سنت والجماعت

> کسی بھی گروہ یا جماعت کی اصل شناخت اُن اصولوں ہی سے کی جاسکتی ہے جن کی روشنی میں وہ اپنا طرزِ فکر و عمل طے کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا تعارف بھی ان کے اُصولوں کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔
>
> زیر نظر تحریر الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کے ایک رسالے بنام (من أصول أهل السنة والجماعة) سے ماخوذ ہے، جس میں وہی اُصول پیش کئے جارہے ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے ترجمان ہیں اور عقیدہ ومنہج میں ان کا حقیقی تعارف بھی۔

اہل سنت والجماعت اعتقاد وعمل اور اخلاق وسلوک میں انتہائی واضح اور پختہ اُصولوں پر گامزن ہیں۔ یہ اُصول کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور اُمت کے سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے منہج سے ماخوذ ہیں۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

اصلِ اوّل

پہلا اُصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کی اچھائی وبرائی پر ایمان لایا جائے، اب اس کی توضیح کی جاتی ہے:

① ایمان باللہ

اس سے مراد یہ ہے کہ توحید کی تینوں اقسام یعنی توحید ربوبیت، توحید اُلوہیت اور توحید اسما وصفات کا اقرار اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے۔

- توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اعمال میں اکیلا تسلیم کیا جائے جیسے پیدا کرنا، رزق دینا، زندگی اور موت دینا وغیرہ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہر شے کا پروردگار اور مالک سمجھا جائے۔
- توحید اُلوہیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وہ افعال جن کے ذریعے لوگ خدا کا قرب حاصل کرتے ہیں، صرف خدا ہی کے لئے خاص کئے جائیں۔ مثلاً دعا، خوف، اُمید، محبت، ذبح، نذر، استعانت، استعاذہ، استغاثہ، نماز، روزہ، حج، انفاق فی سبیل اللہ اور وہ تمام دیگر اُمور جنہیں خدا نے طے کیا ہے اور بجالانے

☆ فاضل کلیۃ الشّریعۃ جامعہ لاہور الاسلامیہ

کا حکم دیا ہے ان میں کسی دوسری ہستی - خواہ وہ ولی ہو، نبی ہو، یا فرشتہ - کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

* توحید اسما و صفات کا مفہوم یہ ہے کہ جن اسماء و صفات کو خدا نے خود اپنے لئے یا اس کے رسول ﷺ نے ثابت فرمایا ہے انہیں ثابت سمجھا جائے اور جن عیوب و نقائص سے اس نے خود اپنے آپ کو یا اس کے رسول ﷺ نے پاک قرار دیا ہے، ان سے منزہ ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اور اسباب میں کسی قسم کی تمثیل، تشبیہ، تحریف، تعطیل یا تاویل کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: ١١]

''اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ [الأعراف: ١٨٠]

''اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے ان کے ذریعے پکارو۔''

② ایمان بالملائکہ

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وجود کی تصدیق کی جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ اللہ کی مخلوق میں شامل ہیں جنہیں اس نے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور ان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور کائنات میں اس کے احکامات کی بجا آوری کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ * لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ [الأنبياء: ٢٦، ٢٧]

''بلکہ وہ معزز بندے ہیں۔ وہ اس کی بات پر سبقت نہیں لے جاتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔''

③ ایمان بالکتب

کتابوں پر ایمان سے مقصود یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی جائے کہ ان میں ہدایت اور نور موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انسانوں کی ہدایت کیلئے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے۔ ان میں سے چار جلیل القدر ہیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآنِ مجید۔ ان چاروں میں رفیع الشان قرآنِ مجید ہے جو ایک عظیم معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الإسراء: ٨٨]

''اعلان کر دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب کیلئے اس کا مثل لانا ناممکن ہے، خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کے برعکس اہل سنت کا ایمان ہے کہ قرآنِ مجید اپنے حروف اور معانی سمیت اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ جہمیہ اور معتزلہ کے نزدیک تو قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں مخلوق ہیں، جبکہ اشاعرہ کے نزدیک معانی اللہ کا کلام ہیں اور حروف مخلوق ہیں۔ لیکن یہ دونوں قول صحیح نہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ٦]

''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دے حتی کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔''

نیز فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ﴾ [الفتح: ١٥]

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں۔''

لہٰذا قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، نہ کہ کسی اور کا، جیسا کہ گمراہ فرقوں اور باطل گروہوں کا نقطۂ نظر ہے۔

④ ایمان بالرسل

اللہ کے نبیوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ اوّل تا آخر ان سب کی تصدیق کی جائے۔ خواہ ان کا نام ذکر کیا گیا ہے یا نہیں۔ ان میں سے خاتم النبیّین یعنی آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دیگر تمام انبیا و رُسل علیہم السلام پر ایمانِ مجمل، جبکہ رسولِ اکرم ﷺ پر ایمانِ مفصل لانا ہوگا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ ﷺ خاتم الرسل ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو یہ اعتقاد نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔

تمام رسولوں پر یہود و نصاریٰ وغیرہ کے برعکس بغیر کسی اِفراط و تفریط کے ایمان لانا ضروری ہے کہ انہوں نے بعض انبیا کے حق میں غلو اور افراط کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ انہیں اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ﴾ [التوبۃ:۳۰]

''یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا فرزند ہے۔''

صوفیا اور فلاسفہ نے انبیا علیہم السلام کے سلسلے میں تفریط کی راہ اپنائی اور اپنے ائمہ کو ان سے افضل جانا۔ بت پرستوں اور ملحدوں نے تمام رسولوں کا کفر کیا جبکہ یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا اور عیسائیوں نے خاتم الانبیاء ﷺ کا انکار کردیا۔ جو بعض انبیا کرام علیہم السلام کو مانے اور بعض کو نہ مانے تو اس نے گویا تمام پیغمبروں کا انکار کردیا، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا * أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا﴾ [النساء: ۱۵۰،۱۵۱]

''جو اللہ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راہ نکالیں، یقین مانو یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ﴾ [البقرۃ: ۲۸۵]

''ہم اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔''

یعنی سب کو یکساں طور پر سچا تسلیم کرتے ہیں۔

⑤ ایمان بالیوم الآخر

آخرت پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ اس سلسلے میں اللہ اور رسول کریم ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے اس کی تصدیق کی جائے، مثلاً قبر کا عذاب و ثواب، قبروں سے اُٹھایا جانا، حشر، حساب و کتاب کا ہونا، وزنِ اعمال، نامۂ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں دِیا جانا، پلِ صراط اور جنت و دوزخ کا وجود وغیرہ۔ نیز اعمالِ صالحہ کے ذریعے اور بُرے اعمال کو چھوڑ کر توبہ کرکے، اس کیلئے تیاری کرنا بھی ایمان بالیوم الآخر میں شامل ہے۔

دہریوں اور مشرکوں نے تو کلی طور پر یومِ آخرت کا انکار کردیا اور یہود و نصاریٰ نے اس کا اقرار تو کیا، لیکن جو ایمان مطلوب تھا اس کے مطابق اسے تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے:

﴿ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ [البقرۃ: ۱۱۱]
''جنت میں سوائے یہودیوں یا عیسائیوں کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔''
نیز یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:
﴿ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ [البقرۃ: ۸۰]
''ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔''

⑥ ایمان بالقدر

تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا علم ہے خواہ پہلے وہ گزر چکی ہے یا آئندہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اندازہ لوحِ محفوظ میں مقرر کر رکھا ہے۔ اسی طرح ایمان، کفر، اطاعت ومعصیت ہر شے اللہ نے پیدا کی ہے، اسی کی مشیت کے تحت ہے اور اسی کے اندازے کے مطابق ہے۔ وہ اطاعت وفرمانبرداری کو پسند فرماتا ہے اور معصیت و نافرمانی کو ناپسند جانتا ہے۔ انسانوں کو اپنے افعال پر قدرت، ارادہ اور اختیار حاصل ہے اسی لئے وہ اطاعت ومعصیت کا ارتکاب کرتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے تابع ہے۔

تقدیر کے باب میں اہل سنت کے اس معتدل اور واضح عقیدہ کے برعکس باطل فرقے دو انتہاؤں پر ہیں۔ چنانچہ جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کے سلسلہ میں مجبورِ محض ہے اور اسے کچھ بھی کوئی اختیار حاصل نہیں، جبکہ قدریہ کے نزدیک انسان مستقل ارادے کا مالک ہے اور وہ اللہ کے ارادے اور مشیت کی بجائے خود اپنے افعال کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کا ردّ کیا ہے۔ فرمایا:
﴿ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [التکویر: ۲۹]
''اور تم بغیر پروردگارِ عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔''

چنانچہ غالی جبریہ کی تردید کرتے ہوئے بندے کیلئے مشیت کا اثبات فرمایا، لیکن اسے اللہ کی مشیت کے تابع کر دیا جس سے قدریہ کے نقطۂ نظر کا باطل ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

تقدیر پر ایمان سے انسان میں مشکلات ومصائب پر صبر کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ عقیدۂ تقدیر انسان کو عمل کی ترغیب دیتا ہے اور بے بسی، خوف اور سستی جیسے رذائل سے بچنے پر اُبھارتا ہے۔

اَصل دوم

اہل السنۃ والجماعۃ کے اُصولوں میں سے ایک اُصول یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک ایمان، قول، عمل اور اعتقاد کا نام ہے جو اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔ ایمان، اعتقاد کے بغیر محض قول وعمل کا نام نہیں کیونکہ یہ منافقوں کا ایمان ہے اور نہ قول وعمل کے بغیر محض معرفت کو ایمان کہا جائے گا، کیونکہ یہ انکار وجُحود کی روش اپنانے والے کافروں کا ایمان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾ [النمل: ۱۴]
''اُنہوں نے ظلم وتکبر کرتے ہوئے انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔''

مزید فرمایا: ﴿ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ﴾ [الأنعام: ۳۳]

''سو، یہ لوگ آپ (ﷺ) کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

اسی طرح فقط اعتقاد یا عمل کو چھوڑ کر صرف قول اور تصدیق کو بھی ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا جو کم یا زیادہ نہ ہوسکتا ہو کیونکہ یہ مُرجِئَہ کا ایمان ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اعمال کو ایمان کہا ہے، جو کم اور زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ * الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ * اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ [الأنفال: ۲-۴]

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں، سچے ایمان والے یہی لوگ ہیں۔''

مزید فرمایا: ﴿ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ﴾ [البقرۃ: ۱۴۳]

''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا۔''

مراد یہ ہے کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے پڑھی گئی تمہاری نمازوں کو ضائع نہ فرمائے گا۔ گویا یہاں نماز کو، جو ایک عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان قرار دیا ہے۔

اصل سوم

اہل سنت والجماعت کا ایک اہم اُصول یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے اِلا کہ وہ نواقض اسلام میں سے کسی کا ارتکاب کر بیٹھے۔ جہاں تک کبیرہ گناہوں کا تعلق ہے جو شرک سے کم تر ہیں اور ان کے مرتکب کے کفر پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، جیسا کہ سستی سے نماز چھوڑ دینا، تو وہ اسے کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق یا ناقص الایمان قرار دیتے ہیں۔ اگر مرتکب کبائر توبہ نہ کرے تو وہ اللہ کی مشیت کے سپرد ہے کہ چاہے تو اسے معاف کردے اور چاہے تو عذاب دے، لیکن وہ دائمی جہنمی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾ [النساء: ۴۸]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جو چاہے بخش دیتا ہے۔''

اس سلسلے میں اہل سنت کا نقطۂ نظر خوارج اور مُرجِئَہ کے برعکس اعتدال و توازن پر مبنی ہے۔ خوارج مرتکب کبائر کو کافر کہتے ہیں جبکہ مُرجِئَہ کے نزدیک وہ کامل الایمان ہے۔ مُرجِئَہ کا کہنا ہے کہ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان دہ نہیں۔

اصل چہارم

یہ اُمر بھی اہل سنت والجماعت کے اُصول میں شامل ہے کہ مسلمان حکام جب تک معصیت کا حکم نہ دیں، ان کی اطاعت واجب ہے۔ اگر وہ کسی نافرمانی کا حکم دیتے ہیں تو اس معاملے میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور دیگر

اُمورِ خیر میں ان کے احکامات کی پابندی لازم رہے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النّساء: ٥٩]

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ اور رسول کریم (ﷺ) اور اپنے میں سے اختیار والوں کی۔''

رسولِ مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا » [صحيح سنن أبي داؤد: ٤٦٠٧]

''میں تمہیں تقویٰ اور سمع واطاعت کی وصیت کرتا ہوں خواہ تم پر ایک حبشی غلام ہی (اُمیر کیوں نہ ہو۔)''

اہل سنت کے نزدیک اُمیر کی نافرمانی دراصل رسول اکرم ﷺ کی حکم عدولی ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« مَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي » [صحيح البخاري: ٢٩٥٧]

''جس نے اُمیر کی اطاعت کی اس نے درحقیقت میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے حقیقتاً میری نافرمانی کی۔''

اہل سنت والجماعت سمجھتے ہیں کہ حکام کی اقتدا میں نماز اور ان کی معیت میں جہاد کرنا چاہئے اور ان کیلئے نیکی واستقامت کی دُعا نیز ان کی خیر خواہی کرنی چاہئے۔

اصل پنجم

اہل سنت والجماعت کے اُصولوں میں یہ بھی ہے کہ حکمرانوں کے کسی ایسے اقدام پر، جو کفر نہ ہوں ان کے خلاف بغاوت جائز نہیں، کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں اور ان سے کفر بواح یعنی کھلا اور واضح کفر سرزد نہ ہو۔ اس کے بالمقابل معتزلہ کے نزدیک اگر حکمران کسی کبیرہ گناہ کا اِرتکاب کرلیں خواہ وہ کفر نہ ہو، تو ان کے خلاف خروج لازمی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر میں شامل ہے۔ لیکن اَمر واقعہ یہ ہے کہ معتزلہ کا یہ عمل خود سب سے بڑا منکر ہے، کیونکہ اس میں انتشار وبدنظمی، اختلاف وافتراق اور دشمنوں کی جارحیت جیسے شدید قسم کے خطرات مضمر ہیں۔

اصل ششم

اُصولِ اہل سنت والجماعت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ کے بارے میں اپنے دل وزبان کو کسی بھی قسم کی بے اَدبی وگستاخی سے پاک رکھا جائے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے مہاجرین وانصار کا ذکر کرتے ہوئے ان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے اوران کی تعریف کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر: ١٠]

''اور جو لوگ ان کے بعد میں آئیں گے، کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کے بارے میں ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادِ گرامی کا عملی تقاضا بھی یہی ہے۔ فرمایا:

« لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ »

[صحيح البخاري: ٣٦٧٣]

''میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب میں ان کے (خرچ کئے گئے) ایک مد بلکہ آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

اس کے برخلاف بدعتی گروہ رافضہ اور خوارج وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہتے اور ان کے فضائل و مناقب کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک رسولِ اکرم ﷺ کے بعد پہلے خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، پھر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک کی خلافت میں طعن کرتا ہے وہ یقیناً سبیل المومنین سے ہٹا ہوا ہے، کیونکہ وہ مذکورہ ترتیب کے مطابق ان حضرات کی خلافت کے سلسلے میں نص اور اجماع کی مخالفت کا مرتکب ہوا ہے۔

اصل ہفتم

سید المرسلین محمد ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے، آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت اور قلبی تعلق رکھنا بھی، اہل سنت والجماعت کے اُصولوں میں شامل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي » [صحيح مسلم: ٢٤٠٨]

''میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں احکامِ الٰہی کی پابندی کی نصیحت کرتا ہوں۔''

رسولِ کریم ﷺ کے اہل بیت میں ازواجِ مطہرات، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ﴿ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ ﴾ کہہ کر مخاطب کرنے کے بعد نصیحتیں فرمائیں اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا، آخر میں فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الأحزاب: ٣٣]

''اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے اے نبی کی گھر والیو! کہ تم سے وہ ہر قسم کی لغو بات کو دور کردے اور تمہیں خوب صاف کردے۔''

اہل بیت میں اصل یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے قرابت دار ہیں، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو نیکوکار تھے۔ جہاں تک نبی کریم ﷺ کے اُن رشتہ داروں کا تعلق ہے جو برے عمل کرتے تھے تو انہیں کوئی حق حاصل نہیں، جیسے آپ ﷺ کا چچا ابولہب اور اُس جیسے دوسرے افراد۔ اُس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴾ [لهب: ١]

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا۔''

لہٰذا دین میں اچھے اعمال کے بجائے رسولِ اکرم ﷺ سے محض شرفِ قرابت اور آپ ﷺ کی طرف خالی خولی نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قبیلہ قریش اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا:

« يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُولِ اللهِ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي، لَا

أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا » [صحيح البخاري: ٢٧٥٣]

''اے قریش کی جماعت! اپنے نفسوں کا خیال کرلو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے چھڑا نہیں سکتا، اے بنوعبد مناف! میں تمہیں اللہ کی پکڑ سے نہیں چھڑا سکتا، اے عباس بن عبد المطلب، میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا، اے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں آپ کو اللہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو لینا ہے لے لو، میں تمہیں اللہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔''

رسولِ اکرم ﷺ کے صالح قرابت داروں کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اُن سے محبت رکھیں، ان کی عزت وتوقیر اور اَدب واحترام کریں۔ لیکن ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم ان کے بارے میں غلو کریں اور کسی ایسے فعل کے ذریعے جو عبادت ہے، ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں یا ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ کے علاوہ وہ بھی نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ سے کہتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴾ [الجن: ٢١]

''فرما دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان، نفع کا اختیار نہیں۔''

تو جب اِمام الانبیا، سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معاملہ ہے تو کسی اور کے بارے میں یہ عقیدہ کیونکر رکھا جاسکتا ہے؟ لہٰذا جو لوگ رسولِ معظم ﷺ کے رشتہ داروں کے سلسلے میں اس حوالے سے مختلف قسم کے افکار ونظریات رکھتے ہیں وہ قطعاً باطل ہیں۔

اصل ہشتم

اہل سنت والجماعت کا ایک اُصول یہ بھی ہے کہ وہ کراماتِ اولیا رحمہم اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ خلافِ عادت اُمور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اولیائے کرام رحمہم اللہ کی عزت و بزرگی کے اظہار کی خاطر، ان کے ہاتھ پر جاری کرتے ہیں، جیسا کہ کتاب وسنت سے واضح ہے۔ جہمیہ اور معتزلہ وقوعِ کرامات کے منکر ہیں، لیکن یہ دراصل محض ایک معلوم شدہ اَمر واقعہ کا انکار ہے۔ لیکن یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ہمارے موجودہ زمانے میں لوگ کرامات کے باب میں اصل راہ سے بھٹک چکے ہیں اور اس سلسلے میں غلو کے مرتکب ہو رہے ہیں اور انہوں نے فریب کاروں، شیطانوں اور جادوگروں کی شعبدہ بازیوں اور مداری پن کو بھی کرامات میں شامل کر دیا ہے جبکہ یہ اُمور کرامات میں داخل ہی نہیں۔

کرامات اور شعبدہ بازی و مداری پن میں فرق بالکل واضح ہے۔ کرامت تو اللہ کے نیک بندوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے جبکہ کرتب اور فریب کاری کافروں، جادوگروں اور لادین افراد دِکھاتے ہیں تاکہ عوام الناس کو گمراہ کریں اور ان کے مال و دولت کو لوٹ سکیں۔ مزید برآں کرامت اطاعت کا سبب بنتی ہے اور شعبدہ بازی کفر و معاصی کا۔

اصل نہم

استنباط واستدلال کے باب میں اہل سنت والجماعت کا اُصول یہ ہے کہ ظاہری و باطنی ہر دو پہلوؤں سے، کتاب وسنت کی پیروی کی جائے نیز اس سلسلہ میں عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام (انصار ومہاجرین) اور خصوصی طور پر خلفائے

راشدین ﷺ کی اِتباع بھی لازم ہے، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی وصیت فرمائی ہے:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ » [جامع الترمذي: ٢٦٠٠، وقال: حسن صحيح]

''میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پر کسی قول و ارشاد کو مقدم نہیں سمجھتے، اسی لئے انہیں اہل الکتاب والسنۃ کہا جاتا ہے۔ کتاب و سنت کے بعد اہل سنت والجماعت اہل علم کے اجماعی امور سے استدلال کرتے ہیں۔ گویا قرآنِ مجید اور سنتِ رسول ﷺ کے بعد تیسرا ماخذ جس پر اہل سنت والجماعت کا اعتماد ہے، اجماعِ اُمت ہے...... جو معاملہ علمائے کرام کے مابین اختلافی ہو، اسے وہ اللہ کے حکم کے موجب، کتاب و سنت کی طرف لوٹاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ [النساء: ٥٩]

''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹاؤ، اگر تمہیں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبارِ انجام بہت اچھا ہے۔''

رسولِ مکرم ﷺ کے علاوہ اہل سنت والجماعت کسی کو معصوم نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ کسی کی رائے کے بارے میں تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں جب تک وہ رائے کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ ان کے نزدیک مجتہد کا اِجتہاد درست بھی ہوتا ہے اور کبھی اس سے غلطی بھی سرزد ہوجاتی ہے۔ اہل سنت والجماعت کسی کو اجتہاد کی اجازت نہیں دیتے تاآنکہ اس میں اجتہاد کی وہ شرائط جمع ہوجائیں جو اہل علم کے ہاں معروف ہیں۔ لیکن وہ ان اُمور کا انکار بھی نہیں کرتے جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔

اجتہادی مسائل کے ضمن میں پائے جانے والے اختلاف سے اہل سنت والجماعت کے مابین کسی قسم کی دشمنی اور قطع تعلقی پیدا نہیں ہوتی جیسا کہ متعصب اہل بدعت کا شیوہ ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں اور بعض فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود وہ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس کے برعکس بدعتی گروہ اپنے مخالفین سے دشمنی کرتے، انہیں گمراہ قرار دیتے اور ان کی تکفیر تک پر اُتر آتے ہیں۔

حرفِ آخر

ضرورت اس اَمر کی ہے کہ آج اہل سنت والجماعت کے ان روشن اُصولوں کو کماحقہ سمجھا جائے کہ سلف صالحین رحمہم اللہ اسی روش پر عمل پیرا تھے، انہی کی روشنی میں شریعت کا صحیح فہم حاصل ہوسکتا ہے، انہی کی پیروی سے دین پر کماحقہ عمل کیا جاسکتا ہے اور اُمت میں پائے جانے والے تشتت و افتراق کا خاتمہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب منہج سلف کے ان رہنما اُصولوں کو اپنایا جائے۔ بصورتِ دیگر اعتقاد و عمل اور استنباط و استدلال میں نت نئے فتنے جنم لیتے رہیں گے اور اُمتِ مسلمہ کے اضمحلال کا سبب بنتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب و سنت کا صحیح فہم اور اسکے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!